تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : متعلقاتِ شبلی

مصنف : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ناشر : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی پورہ غلامی (آواس و کاس کالونی)-اعظم گڑھ-۲۷۶۰۰۱

صفحات : ۲۰۸

قیمت : ۲۰۰ ہندوستانی روپے

تبصرہ نگار : سفیر اختر•

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی گزشتہ دس بارہ برس سے پورے تسلسل کے ساتھ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) اور دبستانِ شبلی کے سربرآوردہ قلم کاروں کی سوانح حیات اور خدمات پر لکھ رہے ہیں۔ علامہ شبلی کی تین تصنیفات ـــــ ''اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر''، ''موازنۂ انیس و دبیر'' اور ''شعر العجم'' (حصہ چہارم)ـــــ کے نئے ایڈیشن دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ان کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ شائع کیے ہیں۔ اُن کے دو مطالعات ـــــ ''علامہ سیّد سلیمان ندوی بحیثیت مورخ'' اور ''دارالمصنفین کی تاریخی خدمات''ـــــ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری-پٹنہ کی جانب سے پیش کیے گئے ہیں۔ شاہ معین الدین احمد ندوی: حیات و خدمات' اور اُن کے مجموعۂ مضامین ''مطالعات و مشاہدات'' میں شامل متعدد منتسبینِ ندوۃ العلماء کے شخصی خاکے ''دبستان شبلی'' کی تجلیلِ خدمات ہی کا حصہ ہیں۔ ندوۃ العلماء کے ایک فاضل اور دارالمصنفین-اعظم گڑھ کے سابق رفیق مولانا مجیب اللہ ندوی کے حوالے سے اُن کا کام (''کاروانِ رفتگاں'' کی تدوین اور ''اشاریہ ماہنامہ الرشاد' کی ترتیب) بھی بالواسطہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ ''متعلقاتِ شبلی'' اُن کی تازہ ترین پیشکش ہے جس میں انہوں نے علامہ شبلی سے متعلق اپنے ۱۴ متفرق مقالات یک جا کیے ہیں، ان میں سے زیادہ تر مقالات برصغیر پاکستان و ہند کے وقیع مجلّات میں شائع ہو چکے ہیں، اور بحیثیت مجموعی پسند کیے گئے ہیں۔ مقالات کی تفصیل یہ ہے:
• علامہ شبلی-ایک عاشق رسولؐ • اُردو زبان و ادب کے ارتقاء میں علامہ شبلی کا حصہ • تذکرہ گلشن

• سابق چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ہند اور علامہ شبلی • کچھ ''موازنہ انیس و دبیر'' کے بارے میں • ''اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر'' (بعض اعتراضات کا جائزہ) • علامہ شبلی بحیثیت مدیر • علامہ شبلی کے تاریخی مقالات • شبلی کی اُردو شاعری • تصانیف شبلی کے تراجم • علامہ شبلی-علی گڑھ میں • باقیاتِ شبلی-ایک مطالعہ • حیاتِ شبلی-ایک مطالعہ • عالمِ اسلام میں شبلی شناسی • عہدِ حاضر میں علامہ شبلی کی تجویزوں اور منصوبوں کی معنویت۔

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، علامہ شبلی کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ علامہ شبلی نے، اُن کی رائے میں اپنی متنوع تصنیفات کی شکل میں ''نہ صرف دامنِ اُردو کو موتیوں سے بھر دیا، بلکہ اسے نئی جہتوں اور بلندیوں سے آشنا کیا اور اِسے ایک علمی زبان کا درجہ عطا کیا، اور اِس لائق بنا دیا کہ ہم دُنیا کی بہترین زبانوں کے مقابلہ میں اِسے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں'' (۳۵)۔ مزید برآں ''گزشتہ صدی میں [برصغیر پاکستان و ہند کے] مسلمانوں میں تحقیق و تدقیق، تلاش وتفحص اور مختلف علوم و فنون سے جو شیفتگی پیدا ہوئی، اِس میں بالواسطہ فیضانِ شبلی کا بڑا دخل ہے''۔ (ص ۸۰)—— علامہ شبلی کے اِس کارنامے کو دیکھتے ہوئے توقع تو یہ کی جاتی تھی کہ اُن کے فکر و دانش کی تفہیم و توسیع کے لیے خوب کام کیا جاتا، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ ڈاکٹر اعظمی کے مطالعے کی روشنی میں ''ایک صدی کے عرصے میں تقریباً دو درجن کتابیں، چار سو کے قریب مضامین و مقالات اور آٹھ رسائل کے خصوصی شمارے شبلی شناسی کی کل کائنات ہے۔''(ص ۱۵)

بلاشبہ علامہ شبلی کے سرمایۂ دانش اور ذخیرۂ ادب پر اُس طرح کا کام نہیں ہوا، جس طرح کا علامہ محمد اقبال اور غالب پر ہوا ہے جس کی اپنی وجوہ ہیں، تاہم علامہ شبلی کچھ ایسے عدم اعتناء کا بھی شکار نہیں رہے۔ اُن کی بعض تصنیفات کے درجنوں ایڈیشن چھپے ہیں، اور مسلسل چھپ رہے ہیں، مختلف زبانوں میں اُن کے ترجمے ہوئے ہیں، اور اُن کے اندازِ تالیف اور فکری زاویوں کے مطابق متعدد اہلِ قلم نے ہزارہا صفحات قلم بند کیے ہیں، علامہ شبلی ایک فرد نہیں، ایک دبستان کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر اعظمی نے بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی شبلی دشمنی کی بناء پر اُن کی بہ تکرار گرفت کی ہے۔ اس گرفت میں علامہ شبلی کی بے جا عقیدت مندی ہی شامل نہیں ہے، بلکہ گزشتہ صدی کی اشاعتی دُنیا کی شہادت بھی اُن کے حق میں ہے۔ مولوی عبدالحق کس قدر غلط تھے جب اُنہوں نے ''خطوطِ شبلی''

کا مقدمہ لکھتے ہوئے کہا تھا کہ ''مولانا شبلی کی تصانیف کو ابھی سے لونی لگنی شروع ہو گئی ہے اور کچھ مدت کے بعد وہ صرف کتاب خانوں میں نظر آئیں گی۔'' ڈاکٹر اعظمی نے علامہ شبلی کے مرتبہ ''تذکرہ گلشنِ ہند'' (تالیف مرزا علی خاں لطف) کے اندازِ ترتیب وتحقیق کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اِس پر مولوی صاحب کے مقدمے کی محتویات پر بھی گرفت کی ہے۔

''متعلقاتِ شبلی'' کے یوں تو سبھی مضامین معلومات افزا ہیں، تاہم ''تذکرہ گلشن ہند اور علامہ شبلی'' کے ساتھ ''تصانیفِ شبلی کے تراجم''، ''عالم اسلام میں شبلی شناسی'' اور ''عہد حاضر میں علامہ شبلی کی تجویزوں اور منصوبوں کی معنویت'' خاصے کی چیز ہیں۔ ان مقالات میں منتشر اور ریزہ ریزہ معلومات بہت محنت سے جمع کی گئی ہیں۔

نومبر ۲۰۱۴ء میں اب چار برس سے بھی کم عرصہ رہ گیا ہے، یقیناً علامہ شبلی نعمانی کی صد سالہ برسی کے موقع پر تقریبات کا اہتمام کیا جائے گا۔ ان مقالات میں ڈاکٹر اعظمی نے دو کاموں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ علامہ شبلی کے مکتوبات، خطبات اور مقالات کی ترتیب و تدوین کا فریضہ سیّد سلیمان ندوی نے ۱۹۴۰ء سے پہلے انجام دیا تھا، مگر ان کی مرتبہ جلدوں کی دوسری اور تیسری اشاعتوں کے بعد بھی اُن میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر اعظمی نے ''باقیاتِ شبلی'' (مرتبہ: مشتاق حسین) کے تعارف میں لکھا ہے:

> ''باقیاتِ شبلی'' ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی، اس کے بعد بھی علامہ شبلی کی بعض تحریریں دریافت ہو کر شائع ہوئیں، ان تمام تحریروں کو مولانا سیّد سلیمان ندوی کے مرتب کردہ مقالات وخطبات اور مکاتیب میں شامل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ یک جا ہو جائیں اور مطالعۂ شبلی میں اُن سے بھرپور استفادہ کیا جا سکے۔(ص۱۵۴)

اسی طرح علامہ شبلی کے مکمل کلیات کی ترتیب کی جانب بایں الفاظ توجہ دلائی گئی ہے:

> ان [علامہ شبلی] کے اُردو کلام کے کئی ناقص مجموعے شائع ہوئے، ان میں ''کلیاتِ شبلی'' مرتبہ مولانا سیّد سلیمان ندوی سب سے زیادہ جامع اور مکمل ہے، لیکن اِس میں بھی ان کے ابتدائی دور کی غزلیں شامل نہیں ہیں، چوں کہ علامہ شبلی نے اپنے ابتدائی کلام کو زمانۂ جاہلیت کی یادگار بتا کر رد کر دیا تھا، غالبًا اِسی بنا پر مولانا سیّد سلیمان ندوی نے اِسے کلیات میں شامل نہیں کیا۔... ان کے ایک مکمل کلیات کی ترتیب و تدوین نو کا کام باقی ہے۔(ص ۱۱۰)

''متعلقاتِ شبلی'' کا طباعتی معیار بہت عمدہ ہے، البتہ کتابت کی اکا دکا اغلاط کھٹکتی ہیں۔ ہیسٹنگ (ص ۴۹، ہیسٹنگز)، اشاعرہ (ص ۵۱، اشارہ)، بالواستہ (ص ۸۰، بالواسطہ)، انجام (ص ۹۵، انجان) اور ابو الفرج ملنی (ص ۹۸، ابو الفرج بن عبری) ان میں سے چند ایک ہیں۔ صفحہ ۵۲ (سطر ۱۰) پر ''مثنوی گلزارِ نسیم'' کی جگہ ''مثنوی سحر البیان'' لکھا جانا اور صفحہ ۷۰ پر ابو مسلم خراسانی کو ابو مسلم اصفہانی قلم بند کرنا کاتب سے زیادہ جناب مصنف کے سہو قلم کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ پوری کتاب میں، جہاں بھی عیسوی سن لکھا گیا ہے، وہاں سن عیسوی کا مخفف (''ع'') سال سے پہلے درج کیا گیا ہے، یعنی ''ء۱۹۱۴'' کتابت کیا گیا ہے۔ کیا یہ کوئی جدت ہے، یا یہ بھی کتابت کی غلطی ہے؟ اگر سن عیسوی کے اِس اندراج کے پیچھے کوئی شعوری خواہش یا حکمت کارفرما ہے تو اِس پر دیباچے میں ایک دو جملے لکھے جانے کی ضرورت تھی۔

صفحہ ۸۵ پر درج کیے گئے فارسی شعر کا پہلا مصرع — ''یک چرا غیست دریں خانہ کہ از پرتو آں'' بھی صحیح طور پر کتابت نہیں ہو سکا۔ اُمید ہے کہ آیندہ اشاعت میں یہ اغلاط درست کر لی جائیں گی، اور ڈاکٹر اعظمی شبلی شناسی کی نئ سے نئی راہیں کھولتے رہیں گے۔